گر نگاہ گرم فرماتی رہے تعلیم ضبط	شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہو جائیگا

نگاہ گرم = چشم گرم کا مترادف ہے اور چشم گرم محبت و عنایت و مہربانی کو کہتے ہین مگر چشم گرم یا نگاہ گرم قہر اور غضب کے معنون پر بھی آسکتا ہے - کیونکہ لفظ گرم بمعنیٔ اختلاط اور بمعنی غضب دونون معنون مین آیا ہے - چنانچہ سلیم کا شعر ہے ؎ عمر خود رفت و ہمان بیگانہ با ما مگر * در قیامت گرم خواہی شد ہما چون آفتاب یعنے اے معشوق شاید تو قیامت کے دن ہمارے ساتھہ اختلاط اور گرمجوشی اور محبت کریگا - تیرا لگانہ پن ہمارے ساتھہ شاید قیامت کے روز ہوگا - یہہ شعر سلیم کے معنے ہین نہ شعر غالب کے -

در منت کش دوا نہوا	مین نہ اچھا ہوا برا نہوا

مین نہ اچھا ہوا = یعنے مین اچھا نہوا - برا نہوا = یہہ برا نہوا - یہہ محذوف ہے میرا اچھا نہونا یعنے میرا تندرست نہونا اور صحت نپانا برا نہوا مین جو بیمار اور علیل رہا یہہ اچھا ہوا - کیونکہ تندرست ہوتا تو دوا کی منت اٹھانی پڑتی - حاصل یہہ کہ کسی کا احسان اٹھانا بڑی بات ہے - احسان نہ اٹھانا چاہیے - حضرت قبلگاہی مولانا مولوی والد مرحوم و مغفور اس شعر کی مختصر شرح جو وثوق صراحت مین مندرج ہوئی تھی اسطرح بیان فرماتے ہین کہ (کیونکہ ممنون دوا ہونا اور احسان دوا کا اٹھانا بہت برا تھا)

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو ۔۔۔ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

گویا مرزا صاحب اپنی بدنامی و رسوائی سے ڈرتے ہیں اور اس لیئے رقیبوں کا اجماع نہیں چاہتے۔ گلا۔ شکوہ۔

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں ۔۔۔ تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

خنجر آزمانا = کنایہ ہے قتل کرنے سے۔ قسمت آزمائی اسطرح سے کہ کسی معشوق کے ہاتھ سے قتل ہو جائیں تاکہ آزار عشق سے نجات ملے اور درجہ شہادت حاصل ہو۔ مگر قائل کی بدبختی اسقدر بڑھی ہوی ہے کہ کوئی قاتل ہی نہیں ملتا۔ یہ شاعرانہ مضمون ہے نہ کہ حقیقت حال۔ ہی = حصر کے لئے آتا ہے

ہے خبر گرم ان کے آنے کی ۔۔۔ آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

مرزا اس شعر میں اپنا دکھڑا روتے ہیں اور اپنی محتاجی و مفلسی ظاہر کرتے ہیں اس شعر کا پیرایہ قابل تعریف ہے۔ کسی صاحب نے اس شعر کے باب میں مجھ سے یہہ کہا تھا کہ گھر میں بوریا نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔ کرسیوں پر بیٹھیں گے میں نے یہہ جواب دیا کہ بسبب محتاجی و مفلسی کے بوریا جو ارزان چیز ہے نہیں لے سکتے ہیں اور مٹی پر بیٹھنا پڑتا ہے تو کرسیاں جو بہ نسبت بوریا کے بہت گران قیمت ہوتے ہیں کہاں سے آئیں گے۔

جان دی۔ دی ہوی اسیکی تھی ۔۔۔ حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنے اگرچہ ہمنے راہ خدا مین یا راہ معشوق مین اپنی جان دی اور مر گئے تو پھر کونسا بڑا کام ہوا کیونکہ جان تو اُسی کی دی ہوی تھی یعنے جان خدا کا یا معشوق مجازی کا مال تھا لہذا ہم نے جو جان دی تو کوئی بڑا کام نہین کیا بلکہ ہم ادائی حق مین قاصر ہے۔ اُسی کی = یعنے خدائے عزوجل کی یا معشوق مجازی کی۔ بہرحال دونون پہلو ہین

جان دی = یعنے ہم نے جان دی یہان ہم فاعل محذوف ہے۔

جان دینا = یعنے مرجانا۔ ہلاک ہو جانا۔ دوسرے معنے جان عطا کرنا جان بخشدینا۔ پہلے **جان دینے** کے معنے ہین مرنا اور دوسرے جان دینے کے معنے ہین جان عطا کرنا (ف) جان بخشیدن۔ اس شعر مین لطف یہہ ہے کہ قائل نے ایک مصدر یعنے (جان دینا) کے دو جداگانہ و علیحدہ معنے استعمال کئے ہین۔

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما	کام گر رک گیا روا نہ ہوا

اس شعر پر حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے ایک اعتراض کیا تھا جو وثوق صراحت مین سہواً درج نہوا۔ اعتراض یہہ ہے۔ (دبے ہوے زخم کا جیسے لہو نہ تھما یعنے لہو جاری ہے اسیطرح رکے ہوے مطلب کا روا ہونا بھی چاہئے تھا۔ یہہ خلاف کیونکر۔ ؟) میری راے ناقص مین بیشک یہہ اعتراض اُسوقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ روا قافیہ اور نہوا ردیف مان لیجائے

مگر جب اسکو قافیہ معمولہ قرار دیا جائے اور روانہ بمعنی جاری اور ہوا ردیف قرار دیجائے تو اعتراض وارد نہوگا اور درحقیقت اعتراض صورت اول ہی مین ہے نہ کہ صورت ثانی مین - یعنے کام اگر رک گیا تو جانئے کہ جاری ہوگیا - یہہ کمال مایوسی و ناامیدی کی بات ہے یا کمال استقلال اور ثابت قدمی کی تقریر ہے کہ کام کے بند ہو جانے کو بھی اپنی ہمت اور استقلال کے مقابلے مین جاری ہو جانا سمجھتے ہین - یہہ بات تو ظاہر ہے کہ زخم کے دب جانے سے لہو نہین تھمتا اور لہو برابر جاری رہتا ہے اگرچہ زخم دب جائے مرزا نے اسکو دیکھکر یہہ مضمون نکالا کہ کام رک جائے تو نہ یہہ سمجھنا چاہیے کہ بند ہوگیا بلکہ یون جانئے کہ جاری ہوگیا - فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع صد در شود کشادہ چو بستہ شود درے * اس شعر کا مضمون اس ضرب المثل کے قریب قریب واقع ہوا ہے - قرینہ یہہ کہ ایک جگہہ کام رک گیا تو دوسری جگہہ جاری ہو جائیگا -

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لیکے دل دلستان روانہ ہوا

قافیہ معمولہ سے شعر مین کسقدر رونق اور اشکال اور حسن پیدا ہو جاتا ہے اور قافیہ معمولہ جو دلچسپ اور دلکش ہو مشکل سے حاصل ہوتا ہے اسی لئے اکثر شعراے نامدار قافیہ معمولہ پر مرتے ہین - خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

مستم از بادہ شبانہ ہنوز *
ساقی ما زرفت خانہ ہنوز

میکشی و بغمزہ سبک گوئی   توبہ کردی ز عشق یا نہ ہنوز

یا نہ = قافیہ معمول ہے اور شمس الدین فقیر رح مصنف حدایق البلاغہ فرماتے ہین - رباعی -

گر شمع نہ دلجوئی پروانہ کند   بر آتش او ز دور پروانہ کند
فریاد ز شمع من کہ در آتش عشق   پروانہ صفت سوزم و پروا نکند

پروا نکند = قافیہ معمول ہے اور لطف یہہ کہ ایک تو پروانکردن یعنے پرنکہولنا پر نکشادن اور دوسرا پروانکردن یعنے پروا نکرنی سے یعنے بے پروائی اور بے اعتنائی کرنا -

کچھہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین	آج غالب غزل سرا نہوا

قائل نے آپ کو شخص غیر قرار دیا ہے جیساکہ فارسی کے شعرا کا دستور ہے اور فرضی شخص غیر سے کہتا ہے کہ اے صاحب آج غالب تو غزل سرا نہوا لہذا محفل سخن بے لطف و بے رونق ہے - جہان غالب غزل پڑہتا ہی وہان لطف سخن حاصل ہوتا ہے - خیر - آج آپ ہی کچھہ پڑہیے کیونکہ غالب کے بعد آپکا نمبر ہے اور غالب کے بعد سبکو آپ کے کلام مین لطف آتا ہے مطلب یہہ کہ مین اپنے معاصرون اور ہمطرحون مین سب سے بہتر ہون اور اس مقطع مین معاصرون پر طعن و تعریض کیا ہے کہ وہ مجھہ سے درجے مین گہٹکر ہین - سالم غزل پڑہنے کے بعد یہہ قول کہ (کچھہ تو پڑہیے) کنایہ ہی جس سے طنز و تعریض دوسرے شعرا پر مقصود ہے - غزل سرا =

غزل پڑہنے والا ۔ غزلخوان ۔

گلہ ہے شوق کو دل مین بہی تنگئ جا کا	گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

شاعر نے اس شعر مین شوق کو دریا سے اور دل کو گوہر سے تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ دریا یعنے شوق گوہر مین یعنے دل مین محو ہو گیا ۔ باوجود اسکے شوق تنگئ جا کا گلہ مند ہے حالانکہ دل کی وسعت معلوم و مشہور ہے کہ قُلُوبُ المُؤمِنِینَ عَرشُ اللہ تعالیٰ ۔ عرش کی وسعت تمام آسمانون سے بڑہکر ہے ۔ مگر پہربہی گلہ باقی ہے ۔ تو یہ غضب کا شوق ہوا ۔ اگرچہ سچا موتی جثہ اور مقدار مین چہوٹی چیز ہوتا ہے مگر قیمت مین گران ہوتا ہے اسیطرح دل اگرچہ بظاہر ایک ذراسی چیز ہے مگر کمالات باطنی وروحانی کے لحاظ سے ایک بہت بڑی اور وسیع شے سمجہی جاتی ہے ۔ اس شوق کو تمام زمین و آسمان کی گنجایش کافی و مکتفی نہوگی ۔ قائل کا مطلب یہہ ہے کہ ہمارا شوق بیحد و بے حساب ہے ۔ اس شعر مین اپنے شوق کی وسعت و فراخی کو بیان کرتا ہے ۔ مگر مرزا کا یہہ طرز بیان اہل فصاحت کے پسند نہین ہوسکتا ۔ دوسرے معنے اسطرح ہوسکتے ہین کہ پہلا مصرع سالم استفہام انکاری مان لیا جاے یعنے شوق کو دلمین بہی تنگی جا کا گلہ نہین ہے کیونکہ دل بحیثیت جثہ ایک چہوٹی سی چیز اور گوہر سے مشابہ ہے جسطرح دریا کا اضطراب گوہر مین نہین ہوتا اسیطرح شوق کا گلہ دل مین نہین ہے کیونکہ وہ تو یعنے شوق دلمین فنا ہو گیا ۔ اضطراب دریا تلاطم و امواج سے